Research Journal
Tahqeed تحقیق تحقیقی مجلہ
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد 07، شمارہ 01

یونس جاوید کا ناولٹ "دل کا دروازہ کھلا ہے": تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Younis Javed's Novella "Dil Ka Darwaza Khula hai": Research and Critical Analysis

۱۔ غلام شبیر، لیکچرار اردو (ڈیپارٹمنٹ آف اردو) گورنمنٹ ڈگری کالج آف سپیشل ایجوکیشن ملتان۔
۲۔ ڈاکٹر سید ضیغم عباس ٹیچر آف اردو، ورکرز ویلفیئر سکول ملتان۔

1. **Ghulam Shabbir,**
   Lecturer Urdu (Department of Urdu), Government Degree College of Special Education, Multan.
2. **Dr. Syed Zaigham Abbas,**
   Teacher of Urdu, Workers Welfare School, Multan.

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2026 by the authors. This is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license

Abstract: Younis Javed occupies an important and recognizable position in contemporary Urdu fiction and non-fiction, particularly in the fields of narrative prose and drama. Among his fictional works, the novella *Dil Ka Darwaza Khula Hai* stands out as a significant example of social realism and psychologically grounded narrative.The present study offers a detailed research-based and critical analysis of this novella, focusing on its thematic depth, narrative technique, and socio-cultural engagement. The characters portrayed in the text are closely drawn from real life and serve as effective representatives of marginalized and conflicted social experiences. Through these characters, the novella foregrounds a wide range of critical concerns, including gendered suffering, the silent emotional worlds of women, social hypocrisy, economic deprivation, moral decline, exploitation, and the complex interplay of love, hope, greed, and despair. Particular attention is given to the way the author articulates women's inner consciousness and the structural constraints imposed upon them by social and patriarchal norms. At the same time, the narrative subtly reflects the author's moral and ideological outlook, especially in relation to religion, social responsibility, and ethical conduct. In addition to its thematic richness, the novella is distinguished by its lucid language, symbolic suggestiveness, and controlled narrative style, which together enhance the emotional intensity and social impact of the text. By critically examining these literary and ideological dimensions, this article not only evaluates *Dil Ka Darwaza Khula Hai* as an individual creative work but also situates it within Younis Javed's broader fictional vision and intellectual trajectory.

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد 07، شمارہ 01

	Keywords: Younis Javed, Novella, Dil Ka Darwaza Khula hai, Research and Critical Analysis, narrative prose, narrative technique, social hypocrisy, moral decline, silent emotional worlds of women, lucid language, fictional vision, intellectual trajectory

یونس جاوید کا شمار ان ادبی شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے فکشن، خاکہ نگاری، آپ بیتی، تحقیق اور تنقید کے میدانوں میں اپنی قابلیت کالوہا منوایا ہے۔ ان کی تحریروں کا اسلوب، موضوع، مقصدیت، زبان و بیان اور تکنیک معیاری ہے۔ ان کی تحریروں میں زندگی کے ہر پہلو کا عکس جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ یونس جاوید نے تلخ حقیقتوں کا سامنا کیا اور ان کو اپنے ناولوں، افسانوں اور ناولٹ میں پیش کیا ہے۔ یونس جاوید کی حقیقت نگاری میں میجک ریلزم نہیں ہے۔ وہ حقیقت نگاری میں کئی ناولٹس لکھنے والے ناولٹ نگاروں کی مانند مزاحیہ اور تمسخر آمیز رویہ بھی اختیار نہیں کرتے۔ اُن کے ناولوں اور ناولٹس میں انسان کی داخلی کیفیات بھرپور انداز میں ملتی ہیں وہ غیر حقیقی، ماورائی اور غیر فطری کائنات میں داخل نہیں ہوتے۔ بقول یونس جاوید:

> ”میرے ناولوں اور ناولٹس میں کردار حقیقی ہیں، جو جیتے جاگتے ہیں، متحرک ہیں، ہمارے سماج کا حصہ ہیں، ہم میں سے ہیں۔ میں نے ان تحریروں میں ماورائی اور غیر فطری کرداروں کو جگہ نہیں دی۔“(۱)

یونس جاوید ہمہ جہت ادیب ہیں وہ حادثاتی ادیب نہیں۔ انہوں نے بڑی سادگی سے اپنے قارئین کی وہ حقیقتیں پیش کی ہیں کہ قاری اُن کو پڑھ کر ورطہ حیرت میں آجاتا ہے۔ حقیقت نگاری ایسا طریقہ کار ہے جس کے ذریعے فن کار سچے یا اختراع کیے گئے واقعات قاری کو قائل کرنے کی حد تک حاضر اور موجود بنا سکے یہی حقیقت نگاری کا وصف ہے اور یونس جاوید میں یہ خوبی موجود ہے۔ غلام حسین ساجد لکھتے ہیں:

> ”یونس جاوید ہمارے بڑے لکھنے والوں میں سے ایک ہیں اتنی دیر تک لکھتے رہنا اُن کے حادثاتی ادیب نہ ہونے اور اتنی آسانی اور سادگی سے اپنے قاری کو زندگی کی اتنی ساری تلخ حقیقتوں کے روبرو لا کھڑا کرنا۔۔۔ ماہر فن ہونے کا ثبوت ہے۔“(۲)

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026
Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

یونس جاوید کے تین ناول اور دو ناولٹس ہیں۔ ”دل کا دروازہ کھلا ہے“اُن کا پہلا ناولٹ ہے جو انہوں نے اپنے افسانوی مجموعے ”آخر جینا بھی تو ہے“اشاعت ۲۰۱۳ء دوست پبلی کیشنز لاہور میں شائع ہوا۔ یونس جاوید نے ایسی حقیقتیں جن کی بنیاد جذبوں پر ہے اور جڑیں وجود میں پنپ رہی ہوتی ہیں اور لمس بن کر بدن کی لُولُو کو تڑپاتی ہیں کبھی یہ جذبات یہ امیدیں زندگی کی طرف کھینچ لاتی ہیں اور کبھی موت کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔ یونس جاوید نے ایسی حقیقتوں کو اس ناولٹ میں پیش کیا ہے اور سماجی رویوں کو مختلف کرداروں کے ذریعے اس طرح پیش کیا ہے کہ قاری اُس میں گم ہو جاتا ہے۔ یہ ناولٹ شروع سے لے کر آخر تک ایک ایسی لطیف مگر سریع الاثر خوشبو سے لبریز ہے مگر کہیں کہیں زہر کی تاثیر بھی موجود ہے۔ غلام حسین ساجد لکھتے ہیں:

> ”اس ناولٹ میں صفدر کا کردار ایک ایسی ہی کشمکش کی خبر دیتا ہے وہ اپنی کُنہ میں دیوتا بھی ہے اور اسر بھی، مہاتما بھی ہے اور شیطان بھی اُس نے تیاگ کو ڈنڈ اور کرم کو۔۔۔کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور اس طرح اپنے عام آدمی ہونے کی خبر دی ہے۔ تپ دق کے آخری مرحلے پر اپنے پیئے ہوئے پانی کو صراحی میں واپس انڈیل کر اور اس عمل کو مسلسل پندرہ دن جاری رکھ رضیہ کے سانسوں میں اپنے جراثیم زدہ سانسوں کو شامل کر کے اور اس عمل کو جاوید کے لئے دوہرا کر اس نے وہی کیا ہے جو ایک عام آدمی کو کرنا چاہیے۔“(۳)

یونس جاوید کے اس ناولٹ میں حقیقی کردار ہیں جو معاشی، سماجی مسائل کا شکار ہیں اور ان کرداروں کے ذریعے سماج کا رویہ، عورت کے داخلی احساسات، عورت کا استحصال، حرص، لالچ، محبت، امید، غربت وافلاس، اچھائی، برائی، مذہب کے بارے نظریات، خدا کے وجود کا تصور، سوشل میڈیا پروپیگنڈا، بیماری، نفرت کی علامت، انسان کی داخلی کُرب، دکھ، معاشرتی ناہمواریاں اور انسانیت جیسے موضوعات پر بحث کرتے نظر آتے ہیں اس ناولٹ کی کہانی کچھ یوں ہے صفدر انجینئر کا بیٹا ہوتا ہے بچپن میں ہی اُس کا باپ فوت ہو جاتا ہے تو اُس کی ماں اُس کی پرورش کرتی ہے۔ اُس کو راجی سے محبت ہو جاتی ہے۔ راجی کی بہن ماجدہ کی شادی ایک بڑے صنعت کار سے ہو جاتی

Research Journal
Tahqeed تحقیق تحقیقی مجلہ
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد 07، شمارہ 01

ہے لیکن دو بچوں کے بعد ماجدہ فوت ہو جاتی ہے تو وہ راجی سے شادی کی درخواست کرتا ہے والدین نے راجی کی شادی زبردستی اس صنعت کار نثار احمد سے کروادی جاتی ہے اور وہ اپنی نبض کاٹ لیتی ہے اور امر ہو جاتی ہے۔ صفدر تپ دق کا مریض ہو جاتا ہے۔ سینی ٹوریم میں داخل ہو جاتا اور یہاں بہت سارے کردار ناولٹ کو آگے بڑھاتے ہیں جس میں عامرہ (نرس) وبسن، شیخ ریاض، جمعدار مختلف مسائل اور مصائب کے مارے ہوئے ہیں۔ عامرہ نرس اُس کو دوبارہ زندگی کی طرف لے آتی ہے صحت یاب ہو کر وہ سلطانہ بیگم کے پاس چلا جاتا ہے جو اُس کی ماں ورگی ہے اُس کا بیٹا جاوید اُس کا ہم عمر ہوتا ہے۔ سلطانہ کی بڑی بہن خالہ اماں اور اُس کی یتیم نواسی رضو اُس کے گھر میں ہوتی ہیں۔ رضو سے صفدر کو پیار ہو جاتا ہے لیکن اچانک وہ دیکھتا ہے کہ صفدر رضو کے ساتھ ہے۔ وہاں سے اُس کا دل ٹوٹ جاتا ہے وہ دوبارہ تپ دق کا مریض ہو جاتا ہے اور جھوٹا پانی صراحی میں واپس ڈال دیتا ہے رضو اور جاوید کے قریب جا کر بڑے بڑے سانس لیتا ہے اور فوت ہو جاتا ہے۔ ناولٹ ختم ہو جاتا ہے۔ بظاہر ایسے لگتا ہے جیسا کہ یہ کہانی ہے لیکن اس کے اندر داخلی کرب اور دُکھ چھپا ہے۔ اس کا مرکزی کردار "موت" ہے۔ بقول غلام حسین ساجد:

> "اس ناولٹ کا مرکزی کردار صفدر ہے جس کے مقدر میں روزِ ازل سے صرف ہارنا ہے۔ ناولٹ کے آغاز میں وہ پہلی محبت کا زخم کھا کر اپنی رضا اور ارادے کے بغیر ایک نرس کی خصوصی توجہ اور صحت کے باعث سینی ٹوریم سے صحت یاب ہو کر اپنے گھر پلٹتا ہے اور ناول کے اختتام پر وہ دوسری محبت کے وار سے گھائل ہو کر سینی ٹوریم گئے بغیر موت کو گلے لگا لیتا ہے بادی النظر میں دیکھا جائے تو اس ناولٹ کا مرکزی کردار موت ہی ہے جو دل کے کھلے دروازے سے کبھی آ کر جاتی ہے اور کبھی جا کر پلٹتی دکھائی دیتی ہے اور اپنے اصل روپ کو ناقابل شناخت بنانے کے لیے ناولٹ کے مختلف کرداروں کے مکھوٹے پہنتی رہتی ہے۔"(۴)

اس ناولٹ کے کردار فطری بھی ہیں اور علامتی بھی اور ہمارے سماج کے دوہرا پن اور منافقت کے نمائندہ بھی۔ اعلیٰ درجے کی تحریریں عموماً جب پہلی دفعہ پڑھی جاتی ہیں تو وہ ناگوار گزرتی ہیں کیونکہ اُن کے رموز و علائم اور

ان کی باطنی خوشبو کی طرح "دل کا دروازہ کھلا ہے" کی خوبی یہ ہے کہ بظاہر یہ تحریر تو سادہ ہے مگر اپنے باطن میں اتنی ہی تہہ دار اور گنجلک ہے۔ اس لئے اسے سہل ممتنع کی شاعری کہا جاسکتا ہے جسے محسوس تو کیا جاسکتا ہے مگر چھوا نہیں جاسکتا۔ غلام حسین ساجد لکھتے ہیں:

"یونس جاوید کے ناولٹ "دل کا دروازہ کھلا ہے" کو میں نے ایک سے زیادہ دفعہ پڑھا ہے مگر اس کے بارے میں گفتگو کرنے میں میری ہچکچاہٹ ابھی تک دور نہیں ہوئی اس جھجک اور اس عارضی زبان بندی کی بنیادی وجہ اس ناولٹ کا اسلوب ہے اور ضمنی وجہ اس ناولٹ کی کتھا اور کردار دراصل اپنی کُنہ میں یہ ناولٹ کچھ کچھ سہل ممتنع کی شاعری جیسا ہے بظاہر زبان وبیان میں صناعت۔۔۔ اس طرح تحریر کو اپنی خوشبو بانٹنے اور اپنی مہک پھیلانے کے لئے کسی طرح کی توضیح کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے عطر خود بولتا ہے نہ کہ عطار۔"(۵)

صفدر کا کردار اس ناولٹ کا مرکزی کردار ہے جو ناولٹ کے شروع سے آخر تک تمام کرداروں کی داخلی کیفیات کو کھنگالتے کھنگالتے آخر کار موت کو گلے لگالیتا ہے۔ قاری کو شروع میں اس کردار سے محبت اور ہمدردی ہوتی ہے لیکن آخر میں جب وہ بقیہ گلاس والے پانی کو صراحی میں ڈال دیتا ہے حالانکہ اُسے پتہ ہے کہ مجھے موذی مرض ہے وہ نفرت اور اپنوں سے دوری کے ڈر سے موذی مرض کو بھی چھپاتا ہے۔ جب سلطانہ بیگم اُس سے سوال کرتی ہے کہ وہ اتنا عرصہ کہاں تھا وہ جھوٹ بول دیتا ہے کہ میں جیل میں تھا۔ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"سلطانہ بیگم نے اس کی بلائیں لیں، منہ چوما اور سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "کتنا دُبلا ہو گیا ہے میرا لال۔۔۔ اتنی مدت تجھے میرا خیال نہ آیا؟" جیل میں خط لکھنا بھی تو پرابلم ہے امی جان! جیل؟ سلطانہ بیگم ایک قدم یوں پیچھے ہٹ گئیں، جیسے کھڑی رہتیں تو گر جاتیں گویا "جیل کا تجھ سے کیا واسطہ؟" اب کیا کہوں آپ سے۔۔۔ سمجھیے

بے قصور ہی پکڑا گیا تھا۔صفدر نیچی نظروں سے بولا پھر بھی بات کیا تھی آخر۔سلطانہ بیگم نے کرسی کی طرف اشارہ کیااور خود بیٹھ گئیں۔"(٦)

ہمارے سماج کا المیہ ہے کہ موذی مرض کے مریض سے نفرت، دُوری یہاں تک کہ اپنے بھی دور ہو جاتے ہیں اور بندہ تنہا ہو جاتا ہے شاید بندہ اُس موذی مرض سے نہ تو مرے لیکن اپنوں کے رویوں اور نفرت سے مر جاتا ہے۔ جمعدار کا کردار اس ناولٹ کا ضمنی کردار ہے لیکن اُس نے سماج کے اُن دکھوں اور دردوں کو بیان جو غربت اور افلاس کی وجہ سے اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے بھی آراستہ نہیں کر سکتے اُن کے معصوم بچے کاغذ قلم کی بجائے محلے کے امیروں کے گھر برتن اور صفائی کرتے ہیں اور غربت کی وجہ سے بنیادی حق سے محروم رہتے ہیں اور والدین کی بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے خواہش زندگی کے ساتھ دم توڑ جاتی ہے۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"تجھے یہ غم تو نہیں کہ تیری بیوی کا سارا زیور بک گیا ہے تجھے یہ غم بھی نہیں ہے کہ تو اپنی بچی کی پیدائش پر کہاں تھا۔ میں اسے ڈاکٹر بناؤں گا اور اب وہ چوتھی جماعت سے نام کٹوا کر محلے کے ایک گھر میں برتن مانجھتی ہے اور اپنے معصوم ہاتھوں کو دیکھتی ہے۔۔۔ کاغذ اور کتابیں اٹھاتی تھیں۔۔۔ اس کے ہاتھ پر ایک چھالا پڑتا ہے تو میرے پھیپھڑے سے خون رسنے لگتا ہے۔"(٧)

اس ناولٹ میں شیخ ریاض ایک ایسا کردار ہے جس کے اندر داخلی دُکھ اور کرب موجود ہے اس کردار کے ذریعے جہیز جیسی لعنت جس کی وجہ سے لاکھوں بچیوں کنواری بیٹھی رہتی ہیں، برادری کی باتیں، تھُو تھُو، طعنہ تشنیع سماج کی فضول رسومات جس کا نہ کوئی مذہب سے تعلق ہے اور نہ اصولوں سے مگر ان قبیح رسومات کو پورا کرنے کے لئے اندر ہی اندر انسان کا دم گھٹتا رہتا ہے اور داخلی کرب کا شکار ہو کر ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"پھر وہ ایک منٹ تک چھاتی سہلاتا رہا اور تھوک کر بولا۔ قادر میاں! تو غلط بھی سوچ سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہر دُکھ بیان نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میری چھ بیٹیاں ہیں، سب جوان ہیں، سب کنواری ہیں اس لئے کہ سب کے لئے مناسب اور برابر کا جہیز نہیں بن سکا اور اگر لڑکیوں کا جہیز میں جوں توں کر کے بنا بھی لوں تو برادری کا منہ بند کرنے کے لئے اتنا روپیہ کہاں سے لاؤں۔"(۸)

یونس جاوید کے ناولوں، افسانوں، ڈراموں اور ناولٹ میں مذہب کی کوئی قید نہیں۔ اُس کے ناولٹس سرحد کی قید سے بالاتر ہیں۔ انہوں نے دونوں ناولٹس میں سماج کی معروضی حقیقتوں کو کردار کی صورت حال کا حصہ بنا کر پیش کیا ہے اس لئے یونس جاوید کے کردار کسی ایک مذہب یا سرحد سے تعلق نہیں رکھتے جیسے اس ناولٹ میں "ولسن" کا کردار ہے جو کہ مسلم کردار نہیں بلکہ وہ انسانیت کا مذہب رکھتا ہے۔ "ولسن" اس ناولٹ میں شروع سے لیکر آخر تک صفدر کی داخلی کیفیات کو جھنجھوڑتا ہے وہ انسان اور انسانیت، خوشی اور گناہ، بنیادی اصول اور زندگی کے اصول، زندگی اور محبت، عبادت کا تصور، اچھائی اور بُرائی کا تصور، خدا کے وجود کا تصور گویا اس کا مذہب انسانیت ہے۔ یونس جاوید قاری کو اس کردار کے ذریعے یہ باور کرانے میں کامیاب نظر آتا ہے کہ حقیقی چیز دوستی، محبت اور انسانیت ہے جس سے ہمارا یہ سماج کھوکھلا ہے اور سماج کے اپنے بنائے ہوئے اصول ہیں۔ اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

"سُنو۔۔۔ صفدر تیزی سے بولا۔ بنیادی اصول اور زندگی کے اصول مختلف ہیں۔ مذہب کی طرح دنیاوی اصول بھی سماج کے اپنے بنائے ہوئے ہیں مگر زندگی کے اصول زندگی کے اپنے ہیں اور یہ اصول صرف سُکھ اور خوشی سے متعلق ہیں جہاں اور جیسے یہ چیزیں ملیں انہیں حاصل کرنا چاہیے۔ تو پھر۔۔۔ ولسن اٹھ کھڑا ہو گیا۔ عبادت میں بھی تو سکون مل سکتا ہے۔ یا کم از کم یکسوئی مل سکتی ہے۔ اسے کیوں نہ اپنایا جائے؟"(۹)

Research Journal
Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد 07، شمارہ 01

یونس جاوید کے کرداروں کی سب سے بڑی خوبی ان کی حقیقت پسندی ہے۔ ان کے کردار سماج کے جیتے جاگتے انسان ہیں جن میں خوبیاں اور خامیاں دونوں پائی جاتی ہیں۔ اس ناولٹ میں بھی ایسے کردار ہیں نرس (عامرہ) کا کردار ایک ایسا کردار ہے جو سماجی رویوں کی بھرپور عکاسی کر رہا ہے جو دُکھ اور کرب کی داستان بیان کر رہا ہے وہ کردار جو اپنا فرض احسن طریقے سے نبھا رہا ہے لیکن سماج کے نزدیک اُس کے پیشے کے بارے میں جو سوچ ہے اس رویہ نے اُسے دکھ اور کرب کی دہلیز پر لا کھڑا کیا ہے۔ سارا سارا دن دُکھی انسانیت کی خدمت کرنا اس کا شعار ہے وہ اپنے فرض کو فرض سمجھتی ہے، مایوسی کو امید میں بدلتی ہے، دُکھ، کُرب اور موذی مرض میں مبتلا انسانوں کی ڈھارس بندھاتی ہے لیکن اندر سے وہ خود بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔

اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

> "وہ آنسو پوچھ کر چپ ہوگئی۔ پھر دور کہیں خلا میں دیکھتی رہی ۔۔ میں گردن جھکائے چپ بیٹھا رہا میں نے سُنا تھا۔۔۔ یہ مقدس پیشہ ہے، عزت نفس بحال رکھتا ہے۔ خدمت کرنے سے آسودگی ملتی ہے۔ ذہن روشن اور ضمیر کانٹے سے پھول بن جاتا ہے مگر جب میں نے ایک شخص کو کسی نوجوان کو نصیحت کرتے سُن لیا تم جان ہی نہیں سکتے ۔۔۔ اس لئے کہ تم ایک معصوم آدمی ہو اس کے چہرے سے کھردراہٹ سی اُبھر آئی، لہجے میں کرب شامل کرتے ہوئے بولی اس نے کہا تھا۔۔ کسی طوائف سے شادی کرلینا ۔۔۔ نرس سے نہیں ایک نرس چار طوائفوں پر بھاری ہوتی ہے وہ رودی تھی اس کی سسکی میں نے سُن لی تھی۔"(۱۰)

یونس جاوید کے اس ناولٹ "دل کا دروازہ کھلا ہے" میں قادر بخش ایک ایسا کردار ہے جو ناصح کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ اُس کی داخلی کیفیات دُکھ اور کرب سے بھری ہوئی ہے اُس کے اندر جذبہ ہمدردی ہے وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی زندگی جینے کا حق دیتا ہے۔ یونس جاوید قاری کو باور کرانے میں کامیاب ہوا ہے کہ شر کے

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ 01

ساتھ خیر اور بدی کے ساتھ اچھائی، ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انسانیت اور شیطانیت دونوں سماج کا حصہ ہیں۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

> "قادر بخش چل کر اُس کے قریب گیا اور صفدر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ فی الحال گھر والوں کے برتنوں سے الگ رہنا۔ صفدر نے اپنے دل پر کاری ضرب محسوس کی۔ گھر والے ۔۔۔ گھر والے ۔۔۔ وہ دوسرے مریضوں سے ملے بغیر سوچتا ہوا ہسپتال کے آفس میں گیا۔ اس کی نظریں اِدھر اُدھر کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔"(۱۱)

سلطانہ بیگم کا کردار رکھ رکھاؤ والا کردار ہے اُس نے خالہ اماں جو اُس کی بڑی بہن جو بیوہ ہو چکی اور اُس کی ایک یتیم نواسی رضو کو بھی گھر میں رکھا ہوا ہے۔ صفدر بھی اُس کے گھر میں رہتا ہے جسے وہ اپنا بیٹا سمجھتی ہے ناولٹ نگار نے اس کردار کے ذریعے صفدر کے خاندان کا پس منظر بیان کروایا ہے۔ سلطانہ بیگم کے باطن میں بھی دُکھ درد اور کرب ہے وہ بیوہ ہے اُس کا خاوند فاروقی صاحب اُسے دار مفارقت دے گئے ہیں۔

ناولٹ سے اقتباس ملاحظہ کیجئے:

> "سلطانہ بیگم نے اپنی سسکی کو اندر ہی اندر جذب کر کے کہا تجھے کیا معلوم۔ گزرے برسوں نے کیا کچھ تلپٹ کر دیا ہے۔ وہ رُک کر دیوار سے لپٹی بیلوں کو گھورتی رہیں۔ جو مرجھا چکی تھیں پھر آہ بھر کر بولیں تجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ انتقال ہو چکا ہے؟ صفدر نے حیرت سے دُہرایا۔ پچھلے سال اچھے بھلے تھے۔ سلطانہ کی آواز رندھ گئی۔ لمحہ بھر رک کر کہنے لگی "جیدی بیچارے پر سارا بوجھ آپڑا ہے" وہ ایک دو لمحے سسکتی رہیں پھر دوپٹے

Research Journal
Tahqeed تحقید تحقیقی مجلہ
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد 07، شمارہ 01

کے پلو سے آنسو پوچھتے ہوئے بولیں اب میں تجھے نہ جانے دوں گا۔یہی تیرا گھر ہے۔میں بھی تو آدھی ماں ہوں تمہاری۔"(۱۲)

ناولٹ کے شروع میں قاری سلطانہ بیگم کے کردار کو حقیقی کردار سے نکال کر ماورائی کردار کا شُبہ ہونے لگتا ہے لیکن ناولٹ کے وسط میں قاری کا وہم اُس وقت دور ہو جاتا ہے جب سلطانہ بیگم خالہ اماں کو بتا رہی ہوتی ہے کہ چھوکرے کے دو مکان اور جائیداد بھی ہے تو قاری ورطۂ حیرت سے نکل کر حقیقی کرداروں کی دنیا میں آجاتا ہے۔ یونس جاوید کے تمام کردار حقیقی زندگی کی عکاسی کر رہے ہیں اُن کے اندر دُکھ بھی ہے، کرب بھیہے، دوغلا پن اور لالچ بھی، محبت بھی تو نفرت بھی، امید ہے تو مایوسی بھی۔ڈاکٹر سہیل احمد لکھتے ہیں:

"حقیقت نگاری ایسا طریق کار ہے جس کے ذریعے فن کار "سچ" یا "اختراع" کیے گئے واقعات، قاری کو قائل کرنے کی حد تک "حاضر" اور "موجود" بنا سکے۔یہی حقیقت نگاری کی بنیادی کشمکش ہے۔یونس جاوید کی کہانیوں میں یہی کشمکش موجود ہے۔"(۱۳)

یونس جاوید کے اس ناولٹ میں سلطانہ بیگم کے بیٹے جاوید کا کردار اُس وقت ابھر کر سامنے آتا ہے جب ناولٹ کے آخر میں صفدر کے بستر کو جلانے کی بات کر رہا ہوتا ہے، جس سے وہ گوشت پوست انسان لگ رہا ہوتا ہے۔ ہمارے سماج میں مرنے والوں کا سامان جو اُس کے استعمال میں ہوتا ہے مولوی کو اُس کا حق دار سمجھا جاتا ہے اور اگر مولوی انکار کر دے تو غریبوں اور فقراء میں بانٹ دیا جاتا ہے اس کردار نے سماج کے اس رویے کی ارفع واعلیٰ نمائندگی کی ہے۔اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"باہر جاوید بھنگی کو کہہ رہا تھا جنازا اٹھنے سے پہلے اس کا بستر اور ستار جلادو۔جب سامان اور ستار جل رہا تھا۔۔۔خالہ اماں اور سلطانہ بیگم ناک پر دوپٹہ رکھے شعلوں

کو تک رہی تھیں اور رضیہ اندر کواڑ کے پیچھے کھڑی آنکھوں پر آنچل ڈالے بُری طرح رو رہی تھی۔"(۱۴)

جاوید اور صفدر کے کردار کو دیکھا جائے تو فیض احمد فیض کی نظم "رقیب" کا منظر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے فیض احمد فیض کے ہاں رقیب ماورائی ہے جب کہ یہاں رقیب اسی زمین سے جُڑا ہوا ہے وہ جیدی سے شدید نفرت کرتا ہے اور اس نفرت اور بیماری کے شدید حملے کو چھپانے میں اپنا خون جلاتا ہے اور یہ نفرت اتنی شدید ہوتی ہے کہ وہ دشمنی میں تبدیل ہو رہی ہوتی اسی لئے تو وہ اپنا جھوٹا پانی صراحی میں دوبارہ واپس ڈال دیتا ہے۔یونس جاوید کے نسوانی کرداروں میں راجو اور رضو کا کردار مرکزی کردار ہیں، عامرہ (نرس)سلطانہ بیگم ،خالہ اماں فرح دیبایہ ضمنی کردار ہیں جو کہانی کی بنت اور کہانی کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے ہیں۔

جب یونس جاوید سے اس ناولٹ کے نسوانی کرداروں پر مقالہ نگار کی بات ہوئی تو گویا انہوں نے یوں جواب دیا۔بقول یونس جاوید:

"میرے اس ناولٹ میں مرکزی کردار صفدر ہے اور نسوانی کرداروں کی بات کی جائے تو راجو اور رضو اس کہانی کے نمائندہ نسوانی کردار ہیں جو حسب استطاعت بغاوت کا اعلان کرتی ہیں۔"(۱۵)

جہاں تک راجو کے کردار کی بات ہے تو وہ صفدر سے پیار کرتی ہے لیکن اُس کے گھر والوں نے زبردستی اُس کا نکاح اُس بڑے صنعت کار سے کر دیا ہے جو اُس کی بہن کا شوہر ہوتا ہے اور وہ فوت ہو جاتی ہے۔اُس کے دو بچے ہوتے ہیں "راجو" بغاوت بھی کرتی ہے اور اپنے ہاتھ کی نبض کو کاٹ دیتی ہے۔وہ خون میں لت پت ہوتی ہے اور امر ہو جاتی ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

اس کردار کے ذریعے سماج میں ہونے والے عورت کے استحصال کو موضوع بنایا گیا ہے۔ عورت کا استحصال کسی کے ہاتھوں بھی، ماں باپ کے ہاتھوں بھی، جس طرح "راجو" کا استحصال اُس کے سگے ماں باپ کے ہاتھوں ہوا اور اُسے زبردستی صنعت کار کے ساتھ بیاہ دیا گیا اور ساتھ ساتھ عورت کی بغاوت کہ اُس کے اندر کی عورت جاگ اُٹھتی ہے اور وہ اپنا ہاتھ کاٹ لیتی ہے۔ اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

> "راجدہ۔۔۔ نثار احمد خان سے اس لئے بیاہ دی گئی ہے کہ بچوں کو ماں جیسی حرارت صرف وہی دے سکتی تھی۔۔۔ راجدہ کا سانس رُک رُک کر چلا۔۔۔ وہ اس اندھیرے میں اس قدر مجبور کر دی گئی کہ اُسے پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ عورت آج بھی مجبور محض ہے۔ خاندان بھر کی آنکھیں اس پر مرکوز تھیں۔۔۔ ساری آوازیں اس کے خلاف۔۔۔ راجدہ کے بے جوڑ بندھن کا احساس، سب نے مل جل کر اسے گٹھڑی میں باندھا اور سونے میں برابر تول کر فرض ادا کیا۔۔۔ راجی نے اپنی نبض کاٹ کر سارا لہو بہا دیا اور جبر کو تسلیم نہ کر کے محبت کو امر کر دیا تھا۔"(۱۶)

یونس جاوید نے اس ناولٹ میں عورت بحیثیت مال، بے جوڑ بندھن دولت کی حوص عورت آج بھی مجبور گویا سماج نے جو عورت کا استحصال کیا اور عورت کی بغاوت، سماج کی نفسیاتی کشمکش کو بڑے خوبصورت پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ بقول یونس جاوید:

> "راجو کا رشتہ ازواج میں بندھنا اور اُس کا ہاتھ کاٹنا جبر کے خلاف اعلانِ جنگ ہے یہ ہر اُس عورت کا اعلان جنگ ہے جو اس ظلم کا شکار ہے راجو کا کردار حقیقی کردار ہے جو ہمارے سماج میں ہمیں اپنے قریب گھومتا ہوا نظر آتا ہے پر دیکھنے والی آنکھ ہی اُسے دیکھ سکتی ہے۔"(۱۷)

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

نسوانی کرداروں میں اگلا اہم کردار ''رضو'' کا ہے جب صفدر ہسپتال سے واپس آکر سلطانہ بیگم کے گھر جاتا ہے جسے وہ اماں کہتا ہے تو اُس کی ملاقات خالہ اماں کی نواسی رضو سے ہوتی ہے تو زندگی کی مایوسی ختم ہو جاتی ہے اور زندہ رہنے کی خواہش کا جذبہ اُس کے دل میں پنپتا ہے تو وہ نوکری کر لیتا ہے لیکن اچانک جب وہ جیدے کو رضو کے ساتھ۔۔۔دیکھتا ہے تو اُس کے دل کا دروازہ بند ہو جاتا ہے مایوسی گھیر اڈال لیتی ہے۔تپ دق کا مرض بڑھ جاتا ہے اور دار مفارقت دے جاتا ہے۔اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

> ''اس کا ہاتھ ٹب میں ہی رہ گیا۔یہ آواز۔۔کیا کہہ رہی تھی۔کیا سمجھا رہی تھی۔۔ وہ چکرا گیا۔۔جیدی کے پھیلے بازوں میں ایک چھوٹی موٹی سی لڑکی زرد گلاب کی طرح گیلی مٹی کی طرح گندھ رہی تھی ۔۔۔ جیدی اسے بُری طرح چوم رہا تھا۔اگرچہ یہ کہا جائے کہ بھنبھوڑ رہا تھا تو زیادہ مناسب ہوگا۔رضو لذت بھری سسکاریوں سے بندھی، سپردگی کی آخری کیفیت میں سرشار تھی، بیزار تھی۔''(۱۸)

یونس جاوید نے اس ناولٹ میں ایک موضوع کو رضو کے کردار کے ذریعے اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور کافی حد تک وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں کہ کس طرح آج کے معاشرے میں بڑے لوگوں کے گھروں میں یتیم، غریب بچیاں جو پناہ کے لئے مجبور ہوتی ہیں اور ان کے لونڈے اُن کی عزتوں کی کس طرح پامالی کرتے ہیں اور اسی کردار کے ذریعے ایک موضوع کہ کس طرح شادی سے قبل شادی میری مراد آپ سمجھ گئے ہوں گے اور بڑوں کا اس پر خاموشی دھار لینا آج کے سماج کا بہت بڑا المیہ ہے۔اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

> ''رضو ننگے پاؤں بارش میں بھیگتی درختوں کے بیچوں بیچ حویلی کا صحن پار کر چکی تھی اور خالہ اماں خالی بیساکھیاں دیوار سے ٹیک کر کھڑی تھیں اور گُم سُم اور پھر وہ خود کلامی کے انداز میں بولیں ابھی ساری حویلی سر پر اٹھا رکھی تھی۔۔۔ابھی ہوا

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

میں تحلیل ہو گئے ہیں کم بخت۔رک کر انہوں نے اندر کا غبار باہر نکال دیا۔۔۔
توبہ ہے بلکہ قیامت ہے۔"(۱۹)

یونس جاوید نے ناولٹ "دل کا دروازہ کھلا ہے" کہ تمام کردار حقیقی زندگی سے لیے ہیں ماورائی اور علامتی کرداروں سے پہلو تہی اختیار کی ہے۔کرداروں کے حوالے سے اگر یونس جاوید کے کرداروں کو ای ایم فاسٹر کی بنیاد پر پرکھا جائے تو کماحقہ اُس کی اصولوں کے مطابق ہیں۔یونس جاوید کے کردار ہوا میں معلق نہیں بلکہ اپنے عہد، معاشرت اور زمانے سے پیوستہ ہیں۔یونس جاوید نے سادہ بیانیہ تکنیک استعمال کی ہے۔اس ناولٹ کا پلاٹ سادہ واقعات سے مربوط ہے اور زندگی کی جھلک پیش کرتا ہے۔ناولٹ "دل کا دروازہ کھلا ہے" میں خوبصورت منظر نگاری کی گئی ہے۔اس ناولٹ کی شروعات ہی منظر نگاری سے کی گئی ہے۔ملاحظہ کیجئے:

"رات کا دوسرا پہر بیت رہا تھا۔زرد رنگ کی لمبی چوڑی سینٹوریم کی اس عمارت کے
آس پاس مدفوق قمقمے روشن بھی تھے اور اداس بھی۔بارش جو سورج غروب ہونے
پر شروع ہوئی تھی۔بدستور جاری تھی۔"(۲۰)

ایجاز واختصار کسی فن پارے کی خوبی ہوتی ہے غیر ضروری طوالت ناولٹ کی کہانی کے حسن کو مجروح کر دیتی ہے۔یونس جاوید ایک کہنہ مشق ادیب ہے وہ ناولٹ کے تمام فنی رموز سے واقف ہے اور ان فنی لوازمات کا خیال رکھتے ہوئے یہ ناولٹ لکھا ہے جو سماج کے رویے، سماجی کشمکش اور سماج کی سوچ کا حقیقی مظہر ہے۔یونس جاوید نے اس ناولٹ میں ناولٹ کے حُسن کو برقرار رکھنے کے لیے کہیں کہیں منظر نگاری سے کام لیا ہے تاکہ قاری کی نبض پر ہاتھ مضبوط رہے۔اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"خالہ اماں کا منہ دیوار کی طرف تھا، سلطانہ بیگم نے چادر تان رکھی تھی اور رضو کا
ایک ہاتھ چارپائی سے نیچے لٹک رہا تھا لٹکے ہوئے اس ہاتھ کی کلائی میں عنابی چوڑیوں
کا ایک گُچھا سا چاندنی میں نہا رہا تھا چاندنی پل پل برآمدے میں بجھ رہی تھی۔"(۲۱)

یونس جاوید نے اس ناولٹ میں منظر نگاری کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں سراپا نگاری سے بھی کام لیا ہے۔ یونس جاوید اپنی کہانی کو اس طرح تراشتا ہے جس طرح مصور اپنی پنسل کو اور خوش نویس کانی کے قلم کو چاقو کے ساتھ نرمی سے تراشتا ہے۔ کہانی کی گرفت کو مضبوط بنانے کے لئے وہ منظر نگاری کے ساتھ ساتھ سراپا نگاری سے بھی کام لیتا ہے اُس کے اس ناولٹ "دل کا دروازہ کھلا ہے" میں بھی سراپا نگاری سے کام لیا گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"عنائی ہونٹوں پر اُجلی مسکراہٹ تھی اور کالی سیاہ آنکھوں میں اتنے سارے بھیگے بھیگے چراغ جانے کہاں سے جل اُٹھے تھے پیشانی پر کالک کی لکیریں چاند پر داغ کی طرح تھیں اور مخروطی انگلیوں میں ابھی تک راکھ اٹکی ہوئی تھی۔ شاید وہ برتن مانجھتی اُٹھ آئی تھی۔ اس نے اس کی سلوڈ کلائیوں کو بھی دیکھا اور ان میں اُجلے رنگ کی چوڑیوں کو بھی، سیاہی لگی پیشانی کو بھی اور راکھ آلود انگلیوں کو بھی جھلملاتے آویزوں کو بھی اور لمبی چوٹی کو بھی۔۔۔ جو اُس نے کمر کے گرد لپیٹ رکھی تھی۔ اس ایک لمحے میں اُس نے سب کچھ دیکھ لیا تھا۔"(۲۲)

یونس جاوید نے اپنے اس ناولٹ میں سادہ زبان و بیان اور اردو زبان کے ساتھ دیگر زبانیں خاص کر پنجابی اور انگریزی زبان کا بھی استعمال کیا ہے۔ یونس جاوید نے طویل جملوں سے گریز کیا ہے۔ زبان سہل ہے اور وہ مختصر جملہ لکھتے ہیں۔ یونس جاوید دور دراز کی تشبیہات کا استعمال نہیں کرتے بلکہ اُن کی تشبیہات میں مقامی رنگ نمایاں ہے تاہم اس ناولٹ میں مقامی زبانوں کے ساتھ انگریزی الفاظ کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"بالکل بالکل بالکل ۔۔۔ جاوید نے قہقہہ لگایا تھا، ہنڈرڈ پرسنٹ ٹرو۔۔۔ صفدر مسکرایا سلطانہ بیگم بھی اس منظر سے سرشار ہوئیں۔"(۲۳)

ناولٹ "دل کا دروازہ کھلا ہے" میں یونس جاوید کا اسلوب رواں، سادہ اور سلیس ہے۔ موضوع کو جس عمدہ انداز میں برتا گیا ہے اس سے مجموعی تاثر یہی ابھرتا ہے کہ یونس جاوید نے شائستہ اندازِ بیان سے کام لیا ہے۔ ناولٹ

Research Journal
Tahqeed تحقیق تحقیقی مجلہ
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد 07، شمارہ 01

میں جگہ جگہ قاری کو اسلوب اور زبان و بیان کی سحر کاری میں جکڑا گیا ہے۔ نئی نادر تراکیب، بر محل اصطلاحات، پنجابی اور انگریزی زبانوں کے الفاظ کا استعمال ناولٹ کے اسلوب کو نیا ذائقہ فراہم کرتا ہے۔

Research Journal
Tahqeed تحقیقی مجلہ
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01
جلد 07، شمارہ 01

حوالہ جات

۱۔ مقالہ نگار، یونس جاوید سے انٹرویو بمقام ۹۰۳، زیڈ بلاک، فیز تھری ڈی ایچ اے، لاہور، بتاریخ ۲۵ دسمبر ۲۰۲۴ء

۲۔ غلام حسین ساجد، 'دل کا جانا ٹھہر گیا '، مشمول 'آخر جینا بھی تو ہے' از یونس جاوید، (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، س ن)، ص:۸

۳۔ غلام حسین ساجد، 'دل کا جانا ٹھہر گیا '، مشمول 'آخر جینا بھی تو ہے' از یونس جاوید، ص:۹

۴۔ ایضاً، ص:۸

۵۔ ایضاً، ص:۷

۶۔ یونس جاوید، 'آخر جینا بھی تو ہے'، (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،، س ن)، ص:۹۵

۷۔ ایضاً، ص:۸۶

۸۔ ایضاً، ص:۸۶

۹۔ ایضاً، ص:۱۲۱

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۱۷

۱۱۔ ایضاً، ص:۹۴

۱۲۔ ایضاً، ص:۹۶

۱۳۔ سہیل احمد خان، مشمولہ 'آخر جینا بھی تو ہے' از یونس جاوید، پس سرورق

۱۴۔ ایضاً، ص:۱۴۱

۱۵۔ مقالہ نگار، یونس جاوید سے انٹرویو بمقام ۹۰۳، زیڈ بلاک، فیز تھری ڈی ایچ اے، لاہور، بتاریخ ۲۵ دسمبر ۲۰۲۴ء

۱۶۔ یونس جاوید، 'آخر جینا بھی تو ہے'، ص:۱۳۰

۱۷۔ مقالہ نگار، یونس جاوید سے انٹرویو بمقام ۹۰۳، زیڈ بلاک، فیز تھری ڈی ایچ اے، لاہور، بتاریخ ۲۵ دسمبر ۲۰۲۴ء

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ یونس جاوید، ' آخر جینا بھی تو ہے' ، ص:۱۲۷

۲۰۔ ایضاً، ص:۸۴

۲۱۔ ایضاً، ص:۱۳۸

Research Journal
Tahqeed تحقیق تحقیقی مجلہ
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01

جلد 07، شمارہ 01

۲۲۔ ایضاً، ص:۱۰۷

۲۳۔ ایضاً، ص:۱۰۱